

تو سویرا میرا

ڈاکٹر زوہا آصف

توسویر امیر ازوہا آصف

باب دوم

نوٹ:

اس ناول کے تمام جملہ حقوق رائٹر زوہا آصف کے نام محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد یا ادارے یا دوسری ویب سائیٹ کو رائٹر کی اجازت کے بغیر اس کی اشاعت کا اختیار نہیں۔

ایسا کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

شکریہ

زوہا آصف

ZOHA ASIF

انتساب

ان تمام لوگوں کے نام جو اپنی اندھیروں بھری زندگیوں میں سویرے کی تلاش میں ہیں، روشنی آپ کی منتظر ہے!

ZOHA ASIF

باب دوم؛ آزمائش

"وہ آپ نے سوپ منگوایا تھا" اس نے سادہ سے لہجے میں جواب دیا وہ اب بھی سوپ تھامے کھڑی ہوئی تھی۔۔ ایک جگہ ساکت۔۔

"سوپ؟" وہ حیران نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا

"جی جو میم کے لئے بنایا تھا۔۔" وہ اب اس کے حیران ہونے پر حیران ہو رہی تھی۔ جسے یہی نہیں معلوم تھا کہ گھر میں سوپ بھی بنایا گیا ہے۔

"اوہ۔۔" وہ لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ کچھ پل یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"یہ۔۔" ہبہ نے اس کی توجہ سوپ کی جانب کروائی تھی۔۔ چکن کارن سوپ شکل سے تو اچھا لگ رہا تھا۔۔ ویسے اس کا کوئی موڈ نہیں تھا سوپ پینے کا مگر۔۔ اب وہ اس کے کمرے تک اس کے لئے لائی تھی اسے تھوڑی مروت تو نبھانی تھی۔ تعجب کی بات بھی تو یہی تھی جب اسے لانے کا کہا ہی نہیں تھا تو کیوں لائی تھی۔ خیر۔

"ٹھیک ہے یہاں رکھ دیں۔" طلال نے کہا۔ اس کے کہنے کی دیر تھی وہ وہاں ٹرے رکھ کر بھاگنے کو بے تاب جانے لگی پر طلال کی آواز سن کر کے اس کے جاتے قدم وہیں رکے۔

"رکیے۔۔" وہ سوپ کا باؤل پکڑے کافی چیئر پر بیٹھے اسے دیکھنے لگا۔

"جی؟" وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگی

"آپ سے کس نے کہا میں نے سوپ منگوایا ہے؟" طلال سے پوچھے بنے رہا نہیں گیا۔

"وہ عماد سر۔۔ اور باقی سب نے ٹرے ریڈی کی اور مجھے کہا کہ۔۔" اس کے ادھورے جملے سے ہی وہ سب سمجھ چکا تھا۔ ساتھ ساتھ سوپ میں چمچ ہلا رہا تھا۔

"آج ٹھیک ہے مگر۔۔ میری ایک بات یاد رکھیں" وہ گلہ کھنکار کر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"جی؟" وہ سوالیہ نظروں کے حصار میں اسے لیتے ہوئے پوچھنے لگی

"آپ کو یہاں بس ماما کی خدمت کے لئے رکھا ہے، آپ یہاں اور کسی کا کوئی کام نہیں کریں گی۔ میرا بھی نہیں۔ نہ ہی آپ یہاں میڈ ہیں۔ آپ ماما کی کیئر ٹیکر ہیں اور بس ان کی کیئر کے لئے ہیں۔ آئندہ آپ کسی کے بھی کہنے پر کوئی کام نہیں کریں گی۔ سوائے ماما کے۔ میرے لئے بھی نہیں۔ ٹھیک ہے؟" وہ سادہ سے لہجے میں اسے اپنی نظر میں ایک عام سی بات سمجھا رہا تھا۔

مگر ہبہ کے لئے یہ بہت بڑی بات تھی۔۔ جو باتیں اسے آج سارے دن میں پریشان اور دکھی کر رہی تھیں اس کا حل طلال نے نکال دیا تھا۔ اس نے تشکر سے اسے دیکھا تھا۔ صد شکر کہ اس نے اسے دیکھا تھا۔۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ اس کے ہاتھ میں پکڑے سوپ باؤل کو دیکھ رہی تھی۔۔ جس میں چمچ ہلانے پر اس کے اوپر کی تہہ پر دو تین کاکروچ باہر امڈ کر آئے تھے۔۔ اس نے انہیں دیکھ کر چیخ ماردی۔۔ اس کے چیخنے پر وہ بھی ہڑبڑا کر اپنے ہاتھ میں تھامے باؤل کو دیکھنے لگا۔۔ اس اچانک ہونے والی افتاد، ہبہ کی چیخیں اور دماغ میں چلتی نا سمجھی کے باعث اس کے ہاتھ سے باؤل نیچے گرا۔ کانچ کا باؤل تو ٹوٹا ہی ٹوٹا ساتھ میں سوپ کے ساتھ وہ دو تین کاکروچ بھی گرے ہوئے سوپ کے ساتھ سومنگ کرنے لگے۔۔ طلال نے سرخ چہرے کے ساتھ یہ منظر دیکھا تھا۔۔۔

"اب تو مس نایاب کی شامت پکی" فروہ کی سرگوشی ان سب کے ساتھ کمرے میں اور بھی کسی نے سنی تھی۔۔ اور اب مس نایاب کا معلوم نہیں پر ان سب کی بھی شامت پکی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

"وہ ابھی طاہر کے لئے قہوے کا پانی چڑھا کر آئیں تھیں۔طاہر مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے انہوں نے بیڈ شیٹ صحیح کرنا شروع کی۔وہ تکیے سیٹ کر کے رکھ رہی تھیں جب دروازے پر زور زور سے بجائے جانے کی آواز آئی۔انہوں نے تعجب سے بیڈ روم کی کھڑکی سے باہر آنگن میں نظر آنے والے گھر کے مرکزی دروازے کی جانب دیکھا۔اب تک طاہر بھی سلام پھیر چکے تھے۔وہ ایک نظر انہیں دیکھ کر دروازہ کھولنے گئیں تھیں۔۔

سامنے مالک مکان کمینگی سے انہیں دیکھتا ہوا زبردستی گھر کے اندر گھس آیا

"دیکھیے آپ باہر رہ کر بھی بات کر سکتے ہیں"فوزیہ کی بات جیسے اسے پسند نہیں آئی تھی۔

"مجھے میرے ہی گھر سے نکال رہی ہے؟"وہ چہرے پر گزشتہ تاثرات لئے ہی اب آنگن میں تھوڑا اور قریب چلا آیا تھا۔

فوزیہ کچھ کہنے کی بجائے اسے دیکھنے لگیں۔طاہر بھی وہیل چیئر گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر آئے تھے۔

"ارے کیسے ہو طاہر میاں؟"اس کے سوال پر وہ بس اس کا منہ دیکھنے لگے۔

"میں ٹھیک ہوں۔کیسے آنا ہوا آپ کا یہاں؟"ان کے چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ان کی یہاں آمد سے خاص خوش نہیں تھے

ZOHA ASIF

"میرے یہاں آنے کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے،،تم چاہو تو دو بھی کر سکتے ہیں۔۔"وہ معنی خیزی سے کہتا ہوا فوزیہ کو دیکھنے لگا

"دیکھیے جہاں تک بات کرایے کی ہے تو آپ کو اس مہینے کے آخر میں مل جائے گا"طاہر نے مختصر اور اس کے مطلب کی بات کی تاکہ وہ جلد سے جلد یہاں سے جانے کی کرے۔

"طاہر میاں میں کرایہ مہینے کے شروع میں لیتا ہوں یہ آخر میں دینے والی تمہاری اس بے تکی بات کا میں کیا مطلب سمجھوں؟" وہ اب کڑے تیور لیے ان دونوں میاں بیوی کو گھور رہا تھا

"دیکھیے۔۔ آپ ہمارے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔۔ پلیز ہمیں تھوڑا وقت دیجیے۔" وہ مجبور تھے۔۔ لیکن وہ ان کی مجبوری سمجھنے والا نہیں تھا

"کتنا وقت؟ پہلے ہی تین ماہ کا کرایہ ہے تمہارے حصے" وہ اب آنگن میں چکر کاٹتے ہوئے بولا

"آپ کو اس مہینے کے آخر میں تمام کرایے کی رقم دے دیں گے ہم۔۔ مہربانی کریں" طاہر کی بات پر وہ سر ہلانے لگا

"نہیں تو ایک اور بھی حل ہے میرے پاس۔۔ تمہاری یہ روز روز کرایے دینے سے بھی جان چھوٹ جائے گی" وہ آنکھوں میں حوس کی چمک لئے فوزیہ کی جانب دیکھنے لگا۔ طاہر نے بے بسی اور غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"آپ سے انہوں نے کہا نہ کہ اس مہینے کے آخر میں آپ کو آپ کی رقم مل جائے گی بس بات یہیں ختم کریں" فوزیہ کو بیچ میں آنا پڑا جو شاید اسے پسند نہیں آیا تھا۔

"اچھا بھابھی چلتا ہوں۔۔ اتنا بھاؤ کیوں کھاتی ہو" وہ اس کی جانب دیکھتا ہوا کہہ کر وہاں سے چل دیا۔۔ اس کے جاتے ہی فوزیہ نے اچھی طرح دروازہ بند کیا۔ آنکھوں سے نمی صاف کرتے ہوئے ان کی نظر طاہر پر پڑی تھی جو اپنی بے انتہا بے بسی دیکھ کر سر وہیل چیئر سے ٹکا کر آنکھیں موند گئے تھے۔۔۔

ZOHA ASIF

☆☆☆☆☆

وہ اب خفت سے سر جھکائے وہاں کھڑی تھی۔ مگر اس کے سامنے وہ پانچوں بھی خفت سے نہیں مگر سر جھکائے کھڑے تھے۔ اور ان سب کے سامنے طلال بخاری تھا۔۔ جو کڑے تیور لیے ان سبھی کو دیکھ رہا تھا۔

"کس کی حرکت ہے یہ؟" اس کی سخت مردانہ آواز کمرے میں گونجی۔

خاموشی۔۔۔

کوئی آواز نہیں آئی۔۔

"اس مہینے سب کی پاکٹ منی بند اب جاؤ یہاں سے" وہ انہیں گھورتے ہوئے بولا۔اس کی اس بات پر باری باری سب نے سر اٹھا کر مسکین نظروں سے اسے دیکھا

"طلال بھائی میں نہیں تھی ان سب کے ساتھ" مروہ فوراً روہانسی ہو کر بولی

"غدار" سب کی دبی دبی آواز آئی

"مجھے پتہ ہے اس میں آپ ملوث نہیں ہوں گی۔۔ آپ جائیں" وہ مروہ کو بھیجتے ہوئے بولا۔

"طلال بھائی میں نے بھی کچھ نہیں کیا۔۔" صفا بھی اسے ایسے دیکھنے لگی جیسے اس سے زیادہ معصوم تو پوری دنیا میں کوئی تھا ہی نہیں۔

"اس کاوش میں آپ کا کیا پارٹ تھا بس یہ بتائیں اور جائیں" طلال کی گھورتی نگاہیں خود پر مرکوز دیکھ کر اس نے ایک نظر آفت گینگ کو دیکھا اور پھر چہرے پر ارض و سماء کی تمام تر مسکینیت اور معصومیت طاری کرتے بولی

"میں بس سکول کے ساتھ والی دکان سے کاکڑوچ لائی تھی اس کے علاوہ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔اس کے سوا میرا کوئی قصور نہیں جج صاحب" صفا کی نوٹنکی دیکھ کر اس نے لبوں پر آنے والی بے ساختہ مسکراہٹ کو قابو کیا اور ان سبھی پر سخت تاثر قائم رکھا۔

"ٹھیک ہے جاؤ اور ڈرامے کم دیکھا کرو موٹو" طلال کے منہ سے پھسلا۔

"ہاہائے طلال بھائی آپ نے مجھے موٹو کہا" وہ ساری معصومیت بھول کر لڑاکا انداز میں بولی

"نو مور نوٹنکی۔ جائیں آپ بھی" وہ اسے گھور کر بولا

"ہاں جی مس فروہ آپ نے کیا کارستانی کی ہے؟" وہ اب اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"طلال بھائی قسم لے لیں جو میں نے ان سب کی مدد کی ہو ذرا سی بھی" وہ اتنی نرالے انداز میں بولی کہ عماد اور عدیل کو اچھو لگ گیا۔

"ناگن کہیں کی کیسے اپنی جان چھڑا رہی ہے یہ" عدیل دبی دبی آواز میں احتجاج کرتے ہوئے بولا

"لڑکیوں پر بھروسہ کرنا ہی نہیں چاہیے" عماد نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی

"ہاں دھوکہ باز کہیں کی" عدیل نے بھی اس کی باتوں کی تائید کی

"تم دونوں کی اب آواز نہ آئے مجھے" طلال کی سخت تاقید پر وہ دونوں چپ کر کے اسے دیکھنے لگے

"طلال بھائی سچ میں آپ کی قسم میں نے تو کچھ نہیں کیا۔۔" فروہ نے بلاک بسٹر ڈرامے شروع کر دیے تھے

"کیوں میرے بھائی کو مارنا چاہتی ہو جھوٹی قسمیں کھا کر" عماد اسے گھور کر بولا

"اسی بھائی کو تم کاکروچ کا جھٹکا دے کر مارنے والے تھے چھوٹے بھائی" طلال کی بات پر اس نے زبان دانتوں میں دبائی

"سوری بھائی میں نے تو بس ٹرے سجائی تھی اور مس نایاب کو پکڑائی تھی اس کے علاوہ میں نے کچھ نہیں کیا" عماد نے پہلے ہی اپنی کارستانی اس کے گوش گزار کر دی تھی۔۔

"اور فروہ اب آپ بتائیں آپ نے کیا کیا تھا؟" طلال اب بھی فروہ کو کٹہرے میں کھڑا کیے تھا

"میں نے کچھ نہیں۔۔ بس میرے دماغ نے پلان بنایا تھا اور میرے منہ نے انہیں بتایا تھا اور کچھ نہیں کیا میں نے" فروہ نے سچ اگلا۔

"عدیل بیٹا اب آپ بھی آجائیں اور بتائیں آپ نے کیا کیا ہے؟" طلال نے توجہ اب عدیل کی جانب مبذول کی جو جان چھڑوا کر بھاگنے کے چکر میں تھا

"طلال بھائی میں نے تو بس۔۔" اس نے ایک دفعہ نظر اٹھا کر طلال کو دیکھا جو کڑے تیور لیے اسے گھور رہا تھا اور پھر ایک نظر عماد اور فروہ کو دیکھا تھا جو دبی دبی ہنسی لیے اسے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے پلان کا مین کام اسی معصوم سے تو کروایا تھا۔۔

"ہاں میں نے تو بس کیا؟" طلال کے دوبارہ پوچھنے پر اس نے تھوک نگلا

"بس کاکروچ آپ کے سوپ میں ملائے تھے" اس نے بھولے پن کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے تھے۔

"آپ سب کی اس ہفتے کی پاکٹ منی بند ہے جائیں اب یہاں سے" وہ دونوں منہ بنائے جانے لگے جب عماد کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔

"دیکھا بے روزگار ہونے کے ایک سو ایک نقصانات۔۔ میں اسی لئے کاروباری انسان ہوں پیسے کی کوئی کمی ہی نہیں نہ کوئی مجھے پاکٹ منی نہ دینے کی دھمکی دے سکتا ہے" وہ ان دونوں کو چڑاتا ہوا جا رہا تھا جب طلال کی آواز نے اس کے قدم وہیں روک دیے تھے

"تمہاری بھی سیلری ایک ہفتے کی کاٹی جائے گی اب نظر نا آؤ مجھے" طلال کی بات سن کر جیسے وہ غصے سے پیر پٹھکتا ہوا گیا تھا فروہ اور عدیل کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

وہ ابھی سوپ کے چھینٹے اپنی شرٹ سے صاف کرتے ہوئے باتھروم سے نکلا تھا۔ کمرے میں پھر ہبہ کو دیکھ کر جہاں وہ حیران ہوا تھا وہیں اسے کارپٹ صاف کرتے ہوئے دیکھ کر اسے شاک لگا تھا۔۔

"مس نایاب آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟" وہ از حد حیران ہو کر پوچھ رہا تھا

"وہ کارپٹ سوپ گرنے سے گندہ ہو گیا تھا میں صاف کر رہی تھی" وہ سادگی سے بولی

"اٹھیے یہاں سے" وہ اسے سختی سے دیکھتا بولا تھا۔

"پر۔۔" وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی

"اٹھیے اور یہاں بیٹھیے" اس نے اسے کافی چیئر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا

وہ انگلیوں کو مڑوڑتے ہوئے سر جھکائے وہاں بیٹھ گئی تھی۔

"آپ کو ابھی میں نے کیا سمجھایا تھا؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"کیا؟" وہ بھولے پن سے پوچھنے لگی۔

"یہی کہ آپ یہاں ملازمہ نہیں ماما کی کیئر ٹیکر ہیں اور آپ کا اس گھر میں کام صرف ماما کی کیئر کرنا ہے میری، عماد یا کسی بھی اور کی خدمت کرنا ہر گز نہیں" وہ اسے سمجھاتے ہوئے ایک بار پھر نرم پڑا تھا۔

وہ سر ہلاتے ہوئے اٹھی تھی۔

"اور سنیے" اس کے پکارنے پر اس کے وہاں سے باہر جاتے قدم وہیں تھم گئے

"جی؟" وہ اس کی جانب دیکھنے لگی

"ان سبھی کی باتوں اور حرکتوں کو دل سے مت لگایئے گا" وہ اسے ایک اور بات سمجھاتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے" اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"یہ سبھی شرارتی ضرور ہیں مگر دل کے برے نہیں ہیں۔چاہے جو بھی ہے، یہی پانچوں ہمارے اس گھر کی رونق ہیں۔ اس گھر میں انہیں کے قہقہوں اور شرارتوں سے زندگی کی رمق ہے۔۔اس لئے میں ان پر زیادہ سختی نہیں کرنا چاہتا مگر پھر بھی سمجھادوں گا کہ آپ کے ساتھ شرارتیں مت کریں۔۔آپ پلیز ان کی کسی باتوں کو دل سے مت لگایئے گا۔ امید ہے آپ سمجھیں گی"

"میں نے برا نہیں منایا انہوں نے میرے ساتھ نہیں در حقیقت آپ کے ساتھ شرارت کی تھی بس ذریعہ مجھے بنایا تھا" وہ مدھم سا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں جانتا ہوں۔اور شاید مستقبل میں بھی یہ اسی طرح کی حرکتیں کریں آپ کے ساتھ تو بی ریڈی فار اٹ۔ عموماً جابز میں کارپوریٹ چیلنج ہوتے ہیں لیکن چونکہ آپ میرے گھر میں جاب کر رہی ہیں تو اس جاب کے چیلنج ذرا اس نوعیت کے ہوں گے۔میں پوری کوشش کروں گا کہ اول تو آپ کو کسی قسم کے چیلنج نہ فیس کرنے پڑیں لیکن۔۔پھر بھی اگر ایسا کوئی مسئلہ پیش آئے تو میں آپ سے پہلے ہی معذرت خواہ ہوں۔"

طلال نے اسے نرم لہجے میں سمجھایا تھا۔

"میں سمجھ رہی ہوں۔انشاءاللہ میری طرف سے اٹلیسٹ آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہیں ملے گا" ہبہ نے اسے یقین دھیانی کروائی۔اس کی باتوں سے وہ اتنا تو اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ آفت گینگ سے بہت محبت کرتا تھا اور اس کی انتہائی سنجیدہ، مصروف زندگی میں صرف وہی لوگ اس کو لطف دیتے تھے۔

"تھینک یو سو مچ مس نایاب۔میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے سمجھا۔مجھے معلوم ہے کہ وہ بس میری توجہ چاہتے ہیں اس لئے ایسی الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہیں تاکہ ڈانٹ کی صورت میں ہی صحیح انہیں مجھ سے بات کرنے کا موقع ملے۔جھلے ہیں یہ سب جیسے مجھے معلوم نہیں کہ وہ "کیا" اور "کیوں" کرتے ہیں۔"

وہ اس کی باتوں پر بس حیران ہو رہی تھی۔ کہاں وہ ان سب کو ڈانٹ رہا تھا اور اس کے سامنے یہ سب کہنا ان سب سے محبت کا ثبوت تھا۔

"ٹھیک ہے آپ فکر مت کریں۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"تھینک یو ونس اگین۔" طلال نے دل سے کہا

"تھینک یو کی ضرورت نہیں ہے سر۔ وہ سب بچے ہیں اور بچے شرارتیں کرتے، ہنستے مسکراتے ہی اچھے لگتے ہیں۔ کیا پتہ زندگی کب ان سے ان کا یہ بچپنا چھین لے اور انہیں دنیا کے کڑوے حقائق سے روشناس کروائے۔۔ اس لئے جب تک، جہاں تک ممکن ہوا نہیں ان کی زندگیاں جینے دیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے ریلیٹڈ انہیں کچھ مت کہیں۔ انہیں کرنے دیں جو کرنا چاہتے ہیں۔۔"

اس کی بات پر وہ سر ہلا گیا۔ اس نے مس نایاب سے یہ توقع نہیں کی تھی کہ وہ اتنی گہرائی کی بات بھی کر سکتی ہے۔۔

ہمارے معاشرے میں یہی تو ہوتا ہے ہر کسی انسان کے سو روپ ہیں، ہر انسان اپنے ہی اندر جنگ لڑ رہا ہے، کبھی خود سے، حالات سے، اپنوں سے، غیروں سے، دنیا سے۔۔

اس لئے کسی کے بھی ظاہری حالات اور کردار پر اسے جج نہیں کرنا چاہیے ہمیں نہیں معلوم کوئی کس چیز کس مسلے سے گزر رہا ہے جب تک اس کے بارے میں معلوم نہ ہو۔۔

ZOHA ASIF

اور سب سے برا پتہ ہے کیا ہے؟

ہم سٹرونگ بننے یا ظاہر کرنے کے لئے ان مسائل کا کسی سے ذکر نہیں کر سکتے۔۔ ہمیں ہر حال میں دنیا کو یہی ظاہر کروانا ہے کہ ہم ٹھیک ہے، خوش ہیں نارمل ہیں۔ حالات سے لڑتا لڑتا انسان اندر سے ختم ہو جاتا ہے اور اس بات کی کسی کو کان و کان خبر نہیں ہوتی۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ دونوں بظاہر ٹی وی پر نشر ہونے والا ٹاک شو دیکھ رہے تھے مگر حقیقت میں وہاں کمرے میں موجود دونوں انسان اپنی اپنی سوچوں میں محو تھے۔ سوچوں کا بنیادی مرکز ایک ہی تھا۔۔ مگر الفاظ کے رستے ایک دوسرے کو کہہ کر اپنی پریشانی ظاہر کر کے دوسرے فریق کو بے چین کرنا دونوں ہی نہیں چاہتے تھے۔ اسی اثناء میں اک مانوس سی نسوانی آواز نے ان دونوں کی توجہ اپنی جانب کھینچی تھی۔

"اماں ابا دیکھیے میں کیا لائی ہوں" ہبہ کی اشتیاق سے بھری آواز سن کر دونوں نے اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔

"آ گیا میرا بچہ" طاہر مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے وہ بھی مسکراتے ہوئے ان دونوں کے گلے لگی تھی۔۔ پھر ہاتھ میں پکڑا پلاسٹک کا ڈبہ کھولنے لگی۔۔

"ہبہ پہلے منہ ہاتھ دھو لو بیٹا" فوزیہ نے اسے تنبیہ کی تھی لیکن وہ اپنے ہاتھ سے بنا سوپ انہیں دکھانے اور کھلانے کی اس قدر شوقین تھی کہ ماں کی بات پر کان نہیں دھرے

"اماں آپ یہ دیکھیں آپ کی بیٹی نے کیا بنایا ہے" ہبہ نے خوشی سے دمکتے چہرے کے ساتھ ان کے سامنے پلاسٹک کا ایک ڈبہ لہرایا

"کیا بنایا ہے؟" اس کے ہاتھ میں موجود سوپ کا ڈبہ دیکھ کر ان دونوں کی نگاہوں میں تحیر اترا

"پیش ہے ہبہ نایاب کے ہاتھ کا سپیشل چکن کارن سوپ" ہبہ کے بتانے پر جہاں طاہر کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ نے قبضہ کیا وہیں فوزیہ کا منہ مارے حیرت سے کھلا رہ گیا

"میں مان ہی نہیں سکتی میری نکمی پھوہڑ اولاد نے کچھ بنایا ہے" فوزیہ نے دونوں ہاتھوں سے اس سے وہ سوپ کا ڈبہ تھامتے ہوئے کہا تھا

"اب اتنا بھی انڈر ایسٹیمیٹ مت کریں مجھے اماں آپ" وہ منہ پھلاتے ہی ان سے ڈبہ پکڑ کر طاہر کو پکڑاتے ہوئے بولی

"انہیں چھوڑ تو، مجھے دکھا میری اولاد نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے" طاہر کی مزاح میں کی گئی بات پر وہ انہیں بھی گھورنے لگی

"ابا" وہ انہیں خفگی سے دیکھنے لگی

"ارے میرا بچہ مزاق کر رہا تھا" طاہر نے ہنس کر اس کا بازو پکڑا اور اپنے پاس بٹھایا

"اب چکھیں اور بتائیں کیسا بنا ہے" وہ ہنوز منہ پھلائے ناک سکوڑے، آنکھیں پٹپٹائے انہیں دیکھ رہی تھی

جو ناراض اور منتظر ہونے کا صاف اندیشہ تھا۔

"سچ بتاؤ کس کی محنت کا کریڈٹ تم اپنے نام کر رہی ہو؟" فوزیہ ابھی بھی اسے مشکوک نظروں سے گھور رہی تھیں

"اففو اماں اتنا شک تو کبھی آپ نے ابا پر نہیں کیا جتنا مجھ معصوم پر کرتی ہیں" اس کی بات پر جہاں فوزیہ جھینپی وہیں طاہر دل کھول کر مسکرائے

"ہاں ہاں مسکرائیے، آپ کی ہی شے کی وجہ سے یہ اتنا بگڑ گئی ہے" وہ ناراضی سے اپنے شوہر کو دیکھنے لگیں

"ارے بیگم بچے تھوڑے بگڑے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں، شرافت کے لئے ہماری عمر ہے نہ" طاہر کی بات پر وہ بس چپ کر کے رہ گئیں۔۔

ZOHA ASIF

وہ دونوں باپ بیٹی سوپ سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب فوزیہ نے اچانک ہبہ کا چہرہ اپنے ہتھیلیوں کے اوٹ میں چھپایا پھر بڑی محبت سے اس کا ماتھا چوما۔ وہ بس سکتے کی کیفیت میں اپنی ماں کا یہ والہانہ انداز دیکھ رہی تھی۔ طاہر بس ان کی حرکتوں کی وجہ سمجھ کر مسکرا دیے تھے۔

"کیا بات ہے اماں؟" وہ پریشان سی ہو کر پوچھنے لگی

"میری بچی اتنی بڑی ہو گئی کہ خود سوپ بنا کر لائی ہے" ان کی آنکھوں سے اشک روانی سے بہنے لگے

"تو اماں میں نے اب ساری عمر چھوٹا بے بی تھوڑے نہ رہنا تھا آپ کو تو خوش ہونا چاہیے آپ کی بیٹی بڑی ہو گئی ہے" ہبہ نے ان کے دونوں ہاتھ تھامے تھے۔ وہ بس روتے ہوئے اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں جو عمر میں جتنی چھوٹی تھی باتیں اور کام اتنے ہی بڑے کرنے لگی تھی۔

"میری جان میں نے تمہیں آج تک ماچس تک جلانے نہیں دی، پانی کا گلاس تک اٹھ کر پینے نہیں دیا اور آج دیکھو حالات اس نہج تک آ گئے ہیں کہ تم ایک پرائے گھر میں یہ سب کام کر رہی ہو۔۔ بیٹے سچ میں اگر تمہارے ابا کا وہ جان لیوا حادثہ نہ ہوتا تو آج بھی تمہیں اسی لاڈ اور پیار سے رکھتے۔۔ مگر۔۔" وہ اور بھی بہت کچھ کہنے کی متمنی تھی جب ہبہ نے ان کو لبوں پر اپنی انگلی رکھ کر انہیں خاموش کروایا تھا

"میری پیاری اماں" وہ ان کے دونوں ہاتھ اب اپنے ہاتھ میں لیے بہت محبت سے بولی

"پہلی بات تو یہ کہ یہ آپ کی غلطی ہے جو آپ نے لاڈ پیار میں ہی صحیح مجھے ماچس تک جلانے یا پانی تک خود پینے کا کبھی موقع دیا ہی نہیں۔۔ مجھے صرف ابا نے نہیں بلکہ میری اماں نے بھی برابر کا بگاڑا ہے۔ اگر آپ نے مجھے بھی اپنے جیسا ثوبر اور سگھڑ بنایا ہوتا تو آج یہاں بیٹھیں اتنی جذباتی نہ ہو رہی ہوتیں۔۔"

ZOHA ASIF

وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔

"دوسری بات یہ کہ ابا کی مجبوری نہ بھی ہوتی تو کیا آپ نے مجھے اتنی محنت سے ڈگری گھر بٹھانے کے لئے کروائی تھی؟ اگر حالات آج جو ہیں وہ نہ بھی ہوتے تب بھی میں نے ابا کی مالی امداد کے لئے ان کا ساتھ دینے اور ان کا سہارا بننے کے لئے گھر سے باہر نکل کر کام کرنا ہی تھا۔۔ اس بات کو آپ (اس نے فوزیہ کی نگاہوں میں جھانکا) اور آپ (طاہر کو دیکھا

جو اسی کو دیکھ رہے تھے بلکہ گاہے بگاہے دیکھ رہے تھے دھیان تو ان کا سارا سوپ ختم کرنے پر تھا) یہیں ختم کریں گے اور آج کے بعد یہ ہر گز نہیں سوچیں گے کہ میں کسی مجبوری کی بنا کر کام کر رہی ہوں یا پھر میرے گھر سے نکل کر کام کرنے کے ذمہ دار آپ لوگ ہیں"

اس نے گہرا سانس ہوا میں تحلیل کیا

"تیسری بات ویسے تو آپ ماں باپ بھی محبت کی انتہا کرتے ہیں بیٹیوں کو پڑھا لکھا تو دیتے ہیں مگر انہیں دنیا اور لوگوں کے ڈر سے باہر نکل کر اپنی محنتیں، ڈگریاں اور تعلیم کو صحیح معنوں میں رنگ نہیں لانے دیتے۔ اگر ہمیں صرف اپنی تعلیم اور علم کو کارآمد لانے کی آزادی دے دی جائے تو یقین کریں اماں ہم اس معاشرے کو سیاہ کوئلے سے چمکتے ہیرے کی شکل دے دیں۔

مگر مسئلہ ہمارے معاشرے کا بھی نہیں اس معاشرے کو معاشرے بنانے والے لوگوں کا ہے، ان کی سوچ کا ہے جو خود تو بظاہر طور پر دقیانوسی اور پستی سے بہت آگے نکل آئے ہیں لیکن ان کی سوچ!

شاید ان کی سوچ وہیں کہیں اٹھارویں صدی میں رہ گئی ہے۔۔ مطلب اگر کچھ والدین اپنی اولاد خصوصاً بیٹیوں کو آگے پڑھنے اور کام کرنے کی اجازت دیں بھی تو لوگ انہیں جینے نہیں دیتے طرح طرح کی باتیں کر کے ان کا حوصلہ پست کر دیتے ہیں جن وجوہات کی وجہ سے وہ خود اپنی لڑکیوں کو تعلیم نہیں دلواتے وہی وجہیں باقیوں کو بھی سنا سنا کر ان کی بھی ساری ہمت توڑ دیتے ہیں۔۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم باقی ممالک کی طرح ترقی یافتہ کہلانے کی بجائے بس ترقی پذیر کہلائے جاتے ہیں، اور کہیں نہ کہیں ہم اس کے مستحق بھی ہیں کیونکہ ملک کو ملک، معاشرے کو معاشرہ اور قوم کو قوم اس کے لوگ بناتے ہیں، ترقی ایک فرد سے شروع ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ، محنت لگن اور اللہ کی مدد سے یہ فرد افراد کا ایک قافلہ بن جاتا ہے اور پھر۔۔۔

وہاں سے آغاز ہوتا ہے روشنی کا۔۔ اس پستی کے اندھیرے سے نکالنے والے سویرے کا۔۔

مگر۔۔۔

ہم کچھ کرنا ہی نہیں چاہتے۔ ہم لوگوں سے ڈر جاتے ہیں۔

ہم "لوگ کیا کہیں گے" اس اک جملے سے خوف کھاتے ہیں۔"

وہ سانس لینے کو رکی۔۔ اس کے ماں باپ اسے ہمہ تن گوشی سے سن رہے تھے۔۔ یہ کہنے کو چھوٹی بات ہے مگر کسی کی باتوں کو خاموشی اور توجہ سے سن لینا بھی اس کی بہت حوصلہ افزائی کر دیتا ہے، اس کا مورال بڑھا دیتا ہے اور اسے مزید پر عزم کر دیتا ہے۔۔

بات اگر فوزیہ اور طاہر کی کی جائے تو انہوں نے ہمیشہ اپنی بیٹی کو آزادی دی تھی۔۔ جو وہ کرنا چاہتی تھی، پڑھنا چاہتی تھی اسے کرنے دیا تھا۔۔ اسے پر اعتماد بنایا تھا۔۔ ماں باپ اگر اپنے بچوں پر یقین رکھیں اور ان کی ذرا سی ایک چٹکی بھر بھی حوصلہ افزائی کرتے رہیں تو وہ وہ کر دکھاتے ہیں جو خود شاید ان کے والدین ان سے توقع نہیں کر رہے ہوتے پر یقین کریں۔۔۔ اپریسیشن اور شاباشی ایسا ایسا جادو کر دکھاتی ہے جو شاید اور کچھ نہ کر سکتا ہو۔۔

ایک چھوٹی سی تعریف آپ کے لئے معمولی سے لفظ ہو سکتے ہیں لیکن وہ کسی کے لئے اس کا اعتماد بن سکتے ہیں

اس کے کامیاب ہونے کی وجہ بن سکتے ہیں

یہی کام ہم تنقید سے بھی کر سکتے ہیں۔۔

تنقید بڑائے اصلاح کے۔۔

مگر تنقید کرنے اور الفاظ کو کنوے کرنے کا بھی ایک طریقہ ہوتا ہے۔۔ ایسا طریقہ کہ بات دوسرے انسان کے دل میں اتر بھی جائے اور اسے کسی بات کا برا بھی نہ لگے۔۔

ZOHA ASIF

کوشش کریں ہم لوگوں کی زندگیوں میں آسانی کرنے والے ہوں، ٹاکسک ان کے لئے بھی یہ دنیا ہی بہت ہے۔

آج کے دور میں میں جہاں دیکھتی ہوں ہر جگہ ٹاکسیسیٹی دکھائی دیتی ہے۔

وہ یونیورسٹی کا ماحول ہو، وہاں کے لوگ ہوں، گھر والے ہوں، دفتر والے ہوں یا پھر اور کوئی فیلڈ اور وہاں کے لوگ۔۔

ہم نے محبت کرنا چھوڑ دی ہے۔۔ آسانیاں بانٹنا چھوڑ دی ہیں۔۔

ہم خالقِ خدا سے محبت کے دعوے بہت کرتے ہیں مگر اس کی مخلوق سے محبت کر نہیں پاتے۔

یہی تو بات ہے۔۔

ہم صرف الفاظ کے غازی ہیں کردار کے نہیں۔۔۔

اگر ہم آج سے ہی اپنے آپ میں چھوٹی چھوٹی میٹھی نرم سی تبدیلیاں لانا شروع کریں۔۔ محبت کرنا شروع کریں تو یقین کریں آپ خود بھی خوش رہنا شروع کر دیں گے۔

دوسرے کے لئے آسانیاں پیدا کریں گے تو آپ کے لئے آسانیاں خود بخود پیدا کر دی جائیں گی

دوسرے سے محبت کریں گے تو آپ کے نصیب میں بھی محبت ہو گی، بے شمار ہو گی۔

دوسرے کا بھلا چاہیں گے تو اللہ آپ کا بھلا کرے گا۔

ZOHA ASIF

اور بے شک وہ بہت مہربان ہے۔

"بات تو میری بیٹی نے بلکل ٹھیک کی ہے" طاہر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولے تھے

"ہے نہ کتنی انٹیلیجینٹ ہوں میں" ہبہ نے فرضی کالر جھاڑے تھے

"ویسے اماں" ہبہ نے ماں کو چپ دیکھ کر پکارا

انہوں نے اسے نظروں میں سوال لیے دیکھا

"ایک چوتھی بات بتاؤں؟" وہ کھسیانی ہنسی ہنستے پوچھنے لگی

"بول دو وہ بھی اب" فوزیہ طاہر کی طرف دیکھتے بولیں جو سوپ کا پورا ڈبہ ختم کر چکے تھے اور ان کے نصیب میں بس ایک دو چمچ ہی آئے تھے۔

"وہ یہ کہ آپ نے اگر مجھے پہلے سب سکھایا ہوتا تو آج مجھ غریب کو ڈیڑھ گھنٹا یوٹیوب سے دیکھ کر سوپ نہ بنانا پڑتا" اس نے جس مسکینیت سے کہا تھا طاہر اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے جب کہ فوزیہ اسے اب سختی سے گھور رہی تھیں

"میں کہتی نہ رہتی تھی تمہیں کہ کچھ گھر داری بھی سیکھ لو خالی بی پی چیک کرنے سے گھر نہیں چلتے پر نہیں یہ لڑکی کبھی ماں کی سنتی تو نہ۔۔ ابھی کام پر جانے لگی ہے تو اتنا کچھ سنا رہی ہے بیاہی جائے گی تب تو میری ناک ہی کٹوائے گی۔" فوزیہ سر پر ہاتھ مارتے بولی تھیں۔

ان کی اس حرکت پر طاہر اور ہبہ زیرِ لب مسکرانے لگے۔

"ویسے بیگم اس کا بھی حل ہے میرے پاس" طاہر نے فوزیہ کو دیکھا جو خشمگیں نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں

"وہ کیا" وہ ان کی جانب متوجہ ہوئیں

"آپ ڈھیر ساری مصنوعی ناک کا بندوبست کر کے رکھیں۔۔ کیونکہ آنے والے وقت میں یہ روز، صبح دوپہر شام آپ کی ناک کٹوایا ہی کرے گی۔" طاہر کی بات پر ان دونوں نے انہیں آنکھیں گھما کر دیکھا تھا جس پر وہ خوش دلی سے ہنس پڑے تھے۔۔

ZOHA ASIF

ان کے ہنسنے پر ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر وہ دونوں بھی ہنس دی تھیں۔۔زندگی کی ایک اور خوبصورت شام یونہی تمام ہوئی تھی۔ مگر یہ شامیں اور ان کی خوبصورتی کب تک یونہی برقرار رہنے والی تھی اس بات سے سب انجان تھے۔۔

☆☆☆☆☆

لاہور میں موسم آج معمول کے مطابق تھا۔سہ پہر کا وقت تھا۔وہ خالدہ بخاری کے کمرے میں موجود تھی۔انہیں صبح وقت سے ناشتہ کروا کر وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔تب سے لے کر اب تک وہ انہی کے کمرے میں تھی۔

"تم یہاں بیٹھی ہو میں تمہیں باورچی خانے میں ڈھونڈ کر آرہی ہوں" یک دم کمرے کا دروازہ زور دار آواز سے کھلا تھا۔

اس اچانک دھڑام کی آواز پر نہ صرف ہبہ اپنی جگہ ہل کر رہ گئی تھی بلکہ خالدہ بھی ہڑبڑا گئیں تھیں۔۔آرام کی غرض سے لیٹے انہیں کب نیند نے اپنی آغوش میں لیا انہیں خبر ہی نہیں ہوئی تھی

اب دروازاہ کھلنے کی وجہ سے وہ بھی ایک دم اٹھیں تھیں ان دونوں نے نظریں گھما کر نووارد کی جانب دیکھا تھا۔سامنے انعم بخاری عجیب غصے بھرے تاثرات لئے کھڑی تھیں

"جی۔۔۔بولیں" ہبہ سنبھل کر بولی تھی۔

"چوبیس گھنٹے یہاں کیا کرتی ہو تم؟ چلو کیچن میں اور میرا بریک فاسٹ پریپیئر کرو" انعم کی غصے بھری آواز پر وہ حق دحق رہ گئی تھی۔

"میں؟؟" اس کے سوال پر جہاں اس کی بے چینی ظاہر ہوئی وہیں انعم نے مزید کڑے تیوروں سے اسے گھورا

"نہیں تو اور کون بی بی؟ تمہیں ہم نے بھابھی کے سرہانے بیٹھنے کی تنخواہ تو نہیں دینی" انعم کی بدتمیزی سے کی گئی بات پر وہ چپ چاپ اٹھی اور قدم بڑھاتی کیچن کی جانب چل دی۔۔انعم بھی اس کے پیچھے ہولی تھیں۔

خالدہ نے بس بے بسی سے کمرے کے بند ہوتے دروازے کو دیکھا تھا۔

سچ کہتے ہیں لاڈ پیار، ناز نخرے صرف ماں باپ اٹھاتے ہیں، ماں باپ کی آغوش سے نکلتے ہی دنیا آپ کے منہ پر حقیقت کو وہ طمانچہ مارتی ہے کہ آپ پوری عمر سنبھل نہیں پاتے!

☆☆☆☆☆

وہ آنسو پیتی خاموشی سے ان کے لئے ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔ کچن میں ہی رکھے گئے ڈائننگ کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی وہ اپنے ناشتے کے بن جانے کی منتظر تھیں۔ ایک ہاتھ سے موبائل تھامے دوسرے سے سکرالنگ کرتیں وہ گاہے بگاہے اسے بھی دیکھتی جارہی تھیں۔

"سلام باجی" وہ دونوں اپنے اپنے کاموں میں محو تھیں جب صابرہ نے آکر سلام کیا

"یہ وقت ہے تمہارے آنے کا؟" انعم اس کے سلام کا جواب دیے بغیر اس پر برس پڑیں۔

"وہ باجی۔۔۔ دراصل۔۔" صابرہ اپنا جواز پیش کرنا چاہتی تھی مگر اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا تھا

"کل سے ٹائم پر نہیں آئی تو اپنا بندوبست کہیں اور کرلینا تم سمجھی۔۔" انعم غصے سے کہتیں وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں تھیں۔ ہبہ نے اپنی معصوم بھوری آنکھیں اٹھا کر صابرہ کو دیکھا جو عمر میں اس کی ماں کے لگ بھگ تھیں۔۔

کب سے روکا ہوا ایک آنسو اس کی آنکھ سے بہہ نکلا۔ صابرہ نے آگے بڑھ کر پیار سے اسے گلے لگایا کچھ دیر تک جب ہبہ نے کچھ کہنے کی ابتدا نہ کی تو صابرہ ہی اسے سمجھانے لگیں۔۔

"میں نے بھی اب انعم باجی کی باتوں کو برداشت کرنا سیکھ لیا ہے، تم نے یہاں کام کرنا ہے تو میرا مشورہ ہے تم بھی عادت ڈال لو" وہ اس کا سر سہلاتے ہوئے سمجھا رہی تھی

"مگر۔۔۔ طلال سر۔۔" وہ کچھ کہنے لگی جب صابرہ نے اسے ٹوکا

"طلال سر کے پیچھے یہی سب ہوتا ہے، ہم غریب لوگ اگر ان کے پیچھے ہونے والی ان کی چچی کی حرکتیں ان کے گوش گزار کر بھی دیں تو ہمیں وہ کسی نہ کسی طرح نوکری سے نکلوا دیں گی۔۔ پچھلی ملازمہ اور ڈرائیور کے ساتھ بھی انہوں نے یہی کیا تھا۔ اس لئے ہم مجبور ہیں بیٹی۔۔ ہم صاحب کو کچھ بتا بھی نہیں سکتے۔۔" وہ اب اس سے الگ ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔ رونے کے باعث آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ چھوٹی سی ناک تو آنسوؤں کی خبر سے ہی لال ٹماٹر ہو جایا کرتی تھی۔

"پتہ ہے اگر انعم باجی کی جگہ خالدہ باجی ہوتیں، تو وہ مجھ سے دیری کی وجہ پوچھتیں، میں انہیں بتاتی کہ میرا بیٹا بیمار ہے اس کی دیکھ بھال میں وقت کا پتہ نہیں لگا۔۔ پھر وہ مجھ سے اس کا حال دریافت کرتیں۔۔ اس کے لئے کھانا، پھل اور دوا بھی دیتیں اور اک دو دن جب تک وہ ٹھیک نہ ہو جاتا تب تک کی خود مجھے چھٹی دے دیتیں۔۔ لیکن رب دی مرضی۔۔ جب سے ان کا ایکسیڈینٹ ہوا ہے تب سے بخاری خاندان کا طرز ہی بدل چکا ہے۔ مگر سب بے بس ہیں کیا کر سکتے ہیں" صابرہ اسے کہتی جا رہی تھیں۔ ہبہ اب وہ ناشتہ سمیٹنے لگی تھی جو اس نے انعم کے لئے بنایا تھا مگر وہ غصے سے بغیر ناشتہ کیے ہی چل دیں تھیں۔۔ وہ روہانسی شکل لئے مڑی جب سامنے عماد کھڑا نظر آیا۔

"کیا بات ہے مس نایاب خیر تو ہے؟" وہ اس کے سرخ چہرے کو دیکھتے پوچھنے لگا۔

ہبہ نے ایک نظر بلیک پینٹ اور گرے چیک شرٹ میں نک سک سے تیار کھڑے عماد بخاری کو دیکھا تھا پھر سر اثبات میں ہلا دیا۔

ZOHA ASIF

اس نے بھی سمجھ کر سر ہلایا، وہ بتانا نہیں چاہتی تھی اور وہ فورس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"صابرہ ناشتہ لگا دو۔۔ پہلے ہی اتنی دیر سے اٹھا ہوں۔۔ بھائی نے آفس میں میری شامت لے آنی ہے۔۔ جلدی کرو بس۔۔" وہ اسے نان سٹاپ بولتا ہوا ڈائننگ کی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔

"صابرہ یہ انہیں دے دیں ابھی ابھی بنایا ہے" ہبہ نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔اس کے اس طرح کہنے سے عماد مشکوک ہوا

"آپ نے ابھی تک ماما کو ناشتہ نہیں کروایا؟" وہ حیران ہوتا پوچھنے لگا

"انہیں کب سے کروا چکی ہوں یہ انعم میم نے بنوایا تھا مگر کیے بغیر ہی چلی گئیں" وہ اس کے سامنے پلیٹ لگاتے ہوئے بولی

"چچی کا ناشتہ کروں گا تو مجھے پاپ لگے گا" اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کہا تھا۔

وہ پھر سے روہانسی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔۔تو کیا اس کا اتنی محنت سے بنایا ہوا ناشتہ ضائع ہو گا؟

"پا۔۔پاپ؟" ہبہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔۔

"صابرہ ناشتہ" وہ دونوں زیرِ بحث تھے جب ایک اور مردانہ آواز نے ان تینوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کی تھی۔جسے دیکھ کر ہبہ کا رکا ہوا سانس بحال ہوا تھا، عماد کا بحال سانس اٹکا تھا اور صابرہ پر کوئی خاص فرق نہیں آیا تھا۔

☆☆☆☆☆

ان سبھی نے چہرہ اٹھا کر آنے والے کو دیکھا تھا۔سامنے سیاہ رنگ کے پینٹ کوٹ میں وجیہہ صورت، پرکشش شخصیت اور شہزادوں سی شان کا مالک طلال بخاری اندر آیا تھا۔

"تم ابھی تک گئے نہیں؟" اس نے پہلا سوال عماد سے پوچھا جو دائیں بائیں نظریں گھماتا ایسے عمل کر رہا تھا جیسے وہاں موجود ہی نہ ہو۔

"بھائی میں تو کب سے جانے کو تیار بیٹھا ہوں۔۔یہ صابرہ ناشتہ ہی نہیں دے رہی۔" عماد کی غم سے نڈھال آواز اور چور لہجہ طلال کو صبح ہی صبح تپا گیا تھا۔

"کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو عماد" وہ اسے سختی سے گھورتا کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔ مگر دونوں ہی بھائیوں کو معلوم تھا کہ عماد پیدائشی طور پر ڈھیٹ واقع ہوا تھا اور طلال پیدائشی طور پر باس پیدا ہوا تھا

"ارے غصہ چھوڑیے بھائی۔۔ یہ لیں ناشتہ کریں" عماد نے ہبہ کا بنایا ناشتہ طلال کے آگے کھسکاتے ہوئے کہا جسے دیکھ کر جہاں عماد کے چہرے پر شرارتی مسکان آئی وہیں ہبہ کا سانس اٹکا۔

طلال نے ناشتہ اپنی جانب کیا۔ اور گلاس میں جوس انڈیلا۔

"مس نایاب چائے بھی دیں بھائی کو" عماد کی شرارتی آواز پر ہبہ بس سر ہلا کر رہ گئی۔ جب کہ چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ ہو رہا تھا۔۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو باہم ملاتے ہوئے وہ بہت شدید مجبور تھی۔

"مس نایاب آپ رکیں، صابرہ آپ چائے بنا دیں۔ مس نایاب آپ محض ماما کی ٹیک کیئر کے لئے ہیں مجھ سمیت اور کسی کی نہیں" طلال نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔ اس کی بات پر عماد نے طلال کو مزے سے دیکھا تھا کیونکہ اب جو تیلی وہ لگانے والا تھا اس سے اس کا بھائی اچھا خاصا تپنے والا تھا۔

صابرہ نے فوراً تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

ہبہ نے فائنلی سکون محسوس کرتے ہی لمبا سانس ہوا میں تحلیل کیا تھا جیسے جانے کتنا بڑا بوجھ تھا جو دل و دماغ سے اتر گیا تھا۔

ZOHA ASIF

اور عماد وہ تو بس موقع کے انتظار میں تھا کہ کب نشانہ لگاؤں۔

اسی دوران طلال کی آواز دوبارہ کیچن میں گونجی۔

"آج آٹھ سال میں پہلی دفعہ آپ نے اتنا لذیذ ناشتہ بنایا ہے صابرہ۔" طلال کی خوش اخلاق آواز کیچن میں گونجی تھی۔ اس کی بات پر صابرہ مسکرائی، ہبہ شرمائی اور عماد۔

عماد کا تو شرارت سے گلہ کھنکار کھنکار کر برا حال تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ سب کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ارے میں بتاتا ہوں، مس نایاب گھبرا رہی ہیں انہوں نے آپ کا ناشتہ بنایا ہے نہ اس لئے" عماد نے اپنی طرف سے بہت پتے کی بات اس کے گوش گزار کی تھی۔

اس کی بات پر ہبہ نے اسے دیکھا اور طلال نے ہبہ کو۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ ہبہ سے نظروں کا ارتکاز برقرار نہ ہوا اور وہ رخ موڑ گئی۔

"یہ ناشتہ آپ نے بنایا ہے؟" اس نے براہِ راست اس کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"جی۔۔" وہ بس سر ہلائے مسکرا دی تھی۔

"واؤا" طلال کا منہ او کی صورت کھلا تھا۔ جیسے وہ ہبہ سے یہ توقع نہیں کر رہا تھا۔

"لاجواب۔۔ آپ بہت اچھی کُک بھی ہیں مس نایاب۔" اس نے کھلے دل سے ہبہ کی تعریف کی۔

"بھائی اور میں؟" عماد نے مسکینیت کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت اتنا معصوم لگ رہا تھا کہ طلال کو اپنے چہرے کے تاثرات سنجیدہ رکھنا بڑا دشوار لگ رہا تھا۔

ZOHA ASIF

"تم کیا؟" وہ انجان بنا۔

"میری تعریف؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے ایسے کونسے ہل جوئے ہیں جو تم بھی تعریف کے حقدار ہو؟" طلال نے انتہائی سنجیدگی سے پوچھا اس کی بات پر صابرہ اور ہبہ رخ موڑ کر مسکرانے لگیں۔

"بھائی۔۔ چلیں ہل نہیں جوئے لیکن ایک بات ہے جو اگر میں آپ کو گوش گزار کروں تو آپ کریں گے تعریف میری کہ میں کتنا اچھا لسنر ہوں۔" اس نے خود سے ہی ڈیل بناتے ہوئے کہا۔

"اور وہ بات کیا ہے عماد؟" وہ اب مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ تھا۔

"یہ ناشتہ مس نایاب نے آپ کے لئے نہیں بلکہ چچی محترمہ کے لئے بنایا تھا جو ماما کے کمرے میں چیخنے کے ساتھ ساتھ ان سے بھی بدتمیزی کر کے پانچ منٹ پہلے یہاں سے غصے سے لال ٹماٹر ہوتیں رخصت ہوئی ہیں۔"

اس کی بات پر ہبہ کا سانس رکا۔ وہ کبھی بھی نہ بتاتی طلال کو لیکن عماد تھا نہ، ہر بات اپنے بھائی کو بتانے کے لئے۔

"میں چچی کو خود دیکھ لوں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں مس نایاب وہ آئندہ آپ کو کوئی کام نہیں دیں گی" طلال نے عماد کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ہبہ کو باور کرتے ہوئے اپنی نشست چھوڑ دی۔

"سر کوئی بات نہیں۔۔ اتنی بڑی بات نہیں ہے" وہ جلدی سے بولی۔ عماد محض نگاہیں جھکا کر سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرا دیا۔ جبکہ طلال نے اس کی جانب سنجیدگی سے دیکھا تھا۔ صابرہ اس تمام گفتگو میں خاموش ہی رہی تھی۔

"مس نایاب میں نے آپ کو کل بھی کہا تھا اور آج بھی یہی بات کہوں گا (آخری دفعہ) آپ یہاں صرف اور صرف ماما کی کیئر ٹیکر ہیں، میں، عماد یا کوئی بھی فرد آپ سے اپنی خدمتیں نہیں کروا سکتا۔ ڈو یو گیٹ اٹ؟" اس نے سنجیدگی سے ہبہ کی آنکھوں میں براہِ راست دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ZOHA ASIF

اس نے فوراً تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔ ان کے مکالمے میں عماد ہنوز سر جھکائے مسکرا رہا تھا۔

"اور ہاں چھپ کر باتیں سننے والے کو Good Listener نہیں کہتے۔" وہ کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔ ہبہ سر جھکائے مسکرانے لگی تو عماد اس کی جانب آ گیا۔

"شکریہ ادا کریں آپ میرا۔۔۔ میں نہ ہوتا تو کون آپ کو انصاف دلواتا" عماد اپنے فرضی کالر جھاڑتا ہوا بولا تھا۔

"انصاف کس نے دلایا؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔ عماد نے اسے نا سمجھی سے دیکھا

"طلال بھائی نے۔" وہ تائیدی انداز میں سر ہلانے لگا

"تو شکریہ آپ کا کیوں ادا کروں؟" وہ مزے سے بولی، یہ اس بات کا بدلہ تھا جو عماد نے تھوڑی دیر پہلے ناشتے والی حرکت کی تھی۔ البتہ وہ واقعی عماد کی شکر گزار تھی کہ اس نے اس کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا تھا۔

اس کی بات پر صابرہ ہنسنے لگی۔ ہبہ خالدہ کے کمرے میں چلی گئی اور رہا عماد؟ اس نے اپنا سارا فاکس سامنے رکھے کھانے پر کر لیا تھا جو ابھی ابھی صابرہ نے اس کے سامنے پیش کیا تھا۔

☆☆☆☆☆

جنوری کا اختتام ایک دن پہلے ہی ہوا تھا اور یہ فروری کی خوبصورت شام تھی۔ موسم آج معمول سے ذرا زیادہ سرد تھا۔ سورج کی روشنی نے خدا حافظ کہا اور رات کے گہرے کالے سایے نے اپنے پر پھیلانے شروع کیے۔۔ مگر ابھی اس کی اتنی شدت نہیں تھی اور آسمان پر نیلا سرمئی رنگ پھیل کر خوشنما سا احساس بخش رہا تھا۔ ایسے میں ہلکی ہلکی مگر سردی سے بھرپور ہوا موسم کو مزید دل موہ لینے والا بنا رہی تھی۔

جتنا خوبصورت موسم اور ماحول تھا۔۔ ان کے خرافاتی دماغوں اور ان میں آتے شیطانی پلان نے الگ ہی رنگ بکھیر رکھا تھا۔

ZOHA ASIF

"میں تو کہتی ہوں جس رکشے میں وہ آتی ہیں اس میں بامب فٹ کروا دیتے ہیں" فروہ کی شیطانی بات پر وہ حق دق ہو کر اسے دیکھنے لگے۔

"نہیں یہ بامب والا کچھ زیادہ ہو جائے گا ان کے پانی میں زہر ملا دیں گے" عدیل کی بات پر وہ سب تائیدی انداز میں سر یوں ہلا رہے تھے جیسے سب اس سے متفق ہوں۔

"لیکن اگر ان کا پانی کسی اور نے پی لیا تو؟" مروہ نے عقلمندی کی بات کی تھی

"ارے نہیں وہ تو اپنی پرسنل واٹر باٹل میں بنا کر لاتی ہیں" عماد نے اسے دیکھ کر ناک سے مکھی اڑائی۔ وہ سب اس وقت بخاری ولا کے خوبصورت لان میں موجود تھے۔

"نہیں اب نہیں لاتیں" فروہ نے بتایا۔

"مگر پھر بھی۔۔" مروہ ابھی تک ان کے منصوبوں پر دل سے راضی نہیں ہوئی تھی۔

"ارے یار۔۔ ہم یہ سب پلان کر کیوں رہے ہیں؟" کب سے خاموش بیٹھی صفا بولی تھی۔

"ہم مشن مس نایاب آؤٹ پر کام کر رہے ہیں اُلو" فروہ نے اس کے سر پر چپت لگائی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کے ہاتھ میں پکڑے کُرکُرے اٹھائے بلکہ جھپٹے تھے۔

"پر کیوں انہوں نے ہمیں کیا کہا ہے؟" وہ از حد حیران ہو کر پوچھنے لگی۔ اور ساتھ میں فروہ سے اپنی کرکرے واپس لینے کے جتن کرنے لگی۔

"کیا کہا ہے؟" فروہ نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اس کے حیران ہو کر پوچھنے پر حیران تھی جیسے صفا کو تو کچھ معلوم ہی نہیں تھا آفت گینگ یہ منصوبے کیوں کر بنا رہی تھی۔۔ اس کی حیرانی کا فائدہ اٹھا کر وہ کرکرے اب عماد کے ہاتھ میں اس سے پناہ مانگ رہے تھے۔

"کیا کہا ہے؟" صفا نے اس کی جانب حیرانگی سے دیکھا۔

"ہاں ویسے کیا کہا ہے؟" دو تین کرکرے ایک ساتھ منہ میں ٹھونستے ہوئے عماد بھی اسی کی طرح متحیر انداز میں پوچھنے لگا۔

"تمہیں تو۔۔۔" فروہ اس سے پہلے اپنی بات پوری کر پاتی عدیل بول پڑا

"ہاں بہن تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں ہم مشن مس نایاب آؤٹ کر کیوں رہے ہیں؟" عدیل کی بات پر اس کا چہرہ مزید پھولا۔ مطلب گھنٹے سے کی گئی اس کی تقریر رائیگاں ہی تو گئی تھی۔

اب اسے کیسے پتہ چلتا اس کی سپیچ کے دوران عماد فون پر، صفالیز کھانے پر، مروہ اپنا ایسے یاد کرنے میں اور عدیل اپنی عینک صاف کرنے میں اتنا مصروف تھے کہ کسی نے اس کی ایک گھنٹے دو منٹ اور اکتیس سیکنڈ کی آہ زاری پر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

"تم سب کو" اس نے ایک ایک کی طرف اشارہ کیا۔

"میں نے ساری ڈیٹیل بتائی ہے اور اب تم میں سے کسی کو پتہ ہی نہیں ہے کہ ہم یہ مشن کیوں کر رہے ہیں ہاں؟" فروہ کے یوں کہنے پر سب اسے زیرِ لب مسکراتے ہوئے دیکھنے لگے سوائے مروہ کے جس کا سرے سے ان کی گفتگو میں دھیان ہی نہیں تھا۔

"اب مروہ بتائے گی ہم مشن مس نایاب آؤٹ کیوں کر رہے ہیں" فروہ کی بات پر مروہ نے فٹ سے چہرہ اٹھا کر ان سب کو دیکھا تھا جو اس نے کب سے کتابوں میں گھسایا ہوا تھا۔

"م۔۔میں؟" اپنا نام سن کر اس نے اپنا موٹا چشمہ دوبارہ ناک پر ٹکایا جو کتابوں میں سر جھکائے رکھنے سے پھسل کر آگے آگیا تھا۔

اس کے ایسے ہچکچا کر پوچھنے پر جہاں فروہ کے علاوہ باقی سب کے چہرے پر شرارت بھری مسکان آئی وہیں فروہ نے گھور کر اسے دیکھا۔

"ہاں تم ہی۔۔" فروہ نے اسے کڑے تیور سے گھورا

"بتانا کیا ہے؟" وہ اب ان سب کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوتی پوچھنے لگی۔

"کیا مطلب تب سے تم اپنے یہ الٹے سیدھے ایسے یاد کر رہی تھی اور ہمیں سن ہی نہیں رہی تھی؟" فروہ کے غصے سے پوچھنے پر اس نے تھوک نگلا۔ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اپنا موٹا چشمہ دوبارہ سیٹ کیا اور پھر اشارے سے عماد سے پوچھا۔

"یہ باربی کیو پارٹی کرنے کا کہہ رہی ہے" عماد نے سرگوشی میں اسے بتایا۔ مروہ نے سمجھ کر سر ہلایا

"ہاں ہم ڈیسائیڈ کر رہے تھے کہ اس ویک اینڈ ہم باربی کیو پارٹی کریں گے" مروہ نے جتنے کانفیڈنس سے بتایا تھا اس سے زیادہ بلند ان سب کے قہقہے برآمد ہوئے تھے۔۔ وہ تذبذب کا شکار ہوتی ان سبھی کو گھورنے لگی۔۔ اوہ۔۔ یعنی یہ سب اس معصوم کو جال میں پھنسا چکے تھے۔

"ہاں ہاں۔ میں ہی پاگل ہوں جو دو گھنٹوں سے بکواس کیے جا رہی ہوں" فروہ غصے سے اسے دیکھنے لگی۔

"کوئی شک ہے؟" عماد نے فروہ کے علاوہ باقی سب سے سرگوشی میں پوچھا۔ اس سے پہلے کے فروہ اپنی چپل اتار کر اس کے حسین چہرے کا نشانہ لیتی صفا بول پڑی۔

"ارے فروہ آپی خود ہی بتا دیں آپ۔۔ سب کا ٹائم ویسٹ ہو رہا ہے۔۔" صفا ہاتھ میں پکڑا لولی پاپ منہ میں ڈالتے کہنے لگی۔

"ہم لوگ مس نایاب کو بخاری ولا سے نکالنے کے لئے پلان بنا رہے ہیں جس پلان کا میگا نیم ہے "مشن مس نایاب آؤٹ" اس کی بات سن کر سب نے سر ہلایا جو شاید یہ تاثر دینے کے لئے تھا کہ وہ سب سمجھ رہے تھے جو فروہ کہہ رہی تھی۔

"پر کیوں؟؟" مروہ کے سوال پوچھنے پر پھر سب نے اپنی اپنی ہنسی دبائی۔

"کیونکہ۔۔۔" وہ سوچنے لگی۔

"ہاں بتاؤ؟" عماد نے بھی اس کی طرف دیکھا۔

"تم بتاؤ عدیل" فروہ عدیل کی جانب متوجہ ہوتے بولی۔

"ارے میں کیا بتاؤں؟"

"آلو چنے بنانے کی ترکیب پوچھ رہی ہوں تم سے" اس نے رکھ کر ایک تھپڑ عدیل کے کندھے پر مارا۔

"الو انسان یہ بتاؤ کہ ہم یہ مشن کیوں کر رہے ہیں؟" فروہ کو پوچھنے پر وہ منہ کے زاویے بگاڑتا اپنا کندھا سہلانے لگا۔

"کیونکہ انہوں نے آتے ساتھ ہمیں طلال بھائی سے ڈانٹ پروائی تھی" صفا نے پر سوچ انداز میں کہا

"کیونکہ طلال بھائی نے ان کے سامنے ہمیں وہ سوپ کے لئے انسلٹ کیا تھا؟" وہ سب اپنے اپنے جواز پیش کرنے لگے۔

"ہم مشن مس نایاب آؤٹ اس لئے کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے پہلے ہم سے یعنی آفت گینگ سے پنگا لیا ہے (ہبہ بیچاری کو "پنگا لینے" کی خبر بھی نہیں تھی) پیچھے تو اب ہم بھی نہیں ہٹیں گے۔ اس لئے کسی نہ کسی طرح انہیں بخاری ہاؤس سے باہر نکال کر ہی دم لیں گے" وہ سب اس کی باتیں پوری توجہ (انتہائی بور ہو کر) سن رہے تھے۔۔

"اوکے ہوازود میں؟" اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی ان سب کے آگے پھیلائی باری باری سب نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جو اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ اس کے آئندہ آنے والے سب الٹے کارناموں میں ساتھ ہیں۔۔ ان سب نے مل کر مشن مس نایاب آؤٹ پر سارا لائحہ عمل تیار کر لیا تھا اور جس کے لئے اتنے جتن کیے تھے اس معصوم کو معلوم بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے لئے کیا طوفان لانے والے تھے۔

☆☆☆☆☆

اسے طلال نے شام کو اپنے کمرے میں آکر سیلری لے جانے کا کہا تھا۔ وہ طلال کے آنے تک اپنے سبھی کاموں سے فارغ ہو چکی تھی۔ اس نے ایک الوداعی ملاقات خالدہ بخاری سے کی اور پھر طلال کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔

سامنے وہ اپنی کافی چیئر پر بیٹھا اسی کا منتظر دکھائی دیا۔ سفید رنگ کی شرٹ اور سیاہ رنگ کی جینز پہنے وہ ابھی بھی آفس کے حلیے میں تھا۔ بس فرق صرف اتنا تھا کہ اس نے اب اپنا کوٹ اتارا ہوا تھا۔

اس نے اس کے سامنے کھڑی ہو کر لب کچھ بولنے کے لیے وا کیے۔

"خیریت ہے مس نایاب؟" وہ لیپ ٹاپ میں ہی مصروف بولا تھا۔

"وہ آپ نے بلایا تھا" وہ انگلیاں آپس میں موڑتے ہوئے بولی۔

اس نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ جیسے یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"میں نے؟" اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

اس کی بات سن کر ہبہ بھی کنفیوز ہو گئی۔

"وہ آپ نے ہی تو بلایا تھا کہ شام کو آپ آ کر اپنی سیلری لے جایئے گا۔" سیلری کا ذکر کر کے اسے شرمندگی تو جی بھر کر ہوئی مگر کیا کرتی مجبوری تھی گھر کا کرایہ بھی ادا کرنا تھا۔

اس کے بتانے پر جیسے طلال کو یاد آیا۔

"اوہ ہاں۔۔ ایک منٹ" طلال نے اسے کہہ کر اپنے بیڈ کے سائیڈ والا دراز کھولا۔ ہبہ اس کی ساری حرکتیں ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ غیر مرعی طور پر اس کی نظریں طلال کے دراز پر پڑی۔ وہاں اسے چمکتے ہوئے چند لال گلابی انولپ دکھائی دیے۔

قدرتی طور پر اسے یہ جاننے کا تجسس ہوا کہ طلال جیسی شخصیت رکھنے والا انسان ایسے رومینٹک لفافے کیوں رکھے گا مگر پھر طلال کو اپنی جانب متوجہ ہوتے دیکھ کر اس نے یہ تجسس کسی اور دن پورے کرنے کا سوچا تھا۔

"یہ لیں مس نایاب" اس نے اس کے ہاتھ میں ایک سفید رنگ کا لفافہ بڑھایا تھا۔ ہبہ نے چپ کر کے اس کے ہاتھ سے وہ لفافہ پکڑا تھا اور شکریہ ادا کرتی وہاں سے جانے ہی لگی تھی کہ طلال کی آواز پر وہیں رک گئی تھی۔

"مس نایاب؟" طلال کی آواز نے اس کے قدم روکنے پر مجبور کر دیے تھے۔ وہ پیچھے مری اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"جی سر" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ ایک تو آج اسے گھر جانے کی جلدی تھی اور طلال اسے دیر کروا رہا تھا جو وہ بلکل نہیں چاہتی تھی۔

"میں نے آپ سے کچھ کہا تھا" وہ طلال ہی کیا جو کبھی کوئی بات سیدھے طریقے سے کہہ دے۔

ہبہ اس کی بات پر مزید کنفیوز ہو گئی۔ جانے وہ کس بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"کیا بات؟" ہبہ نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ چہرے کے تاثرات اس کی نا سمجھی اور حیرت صاف ظاہر کر رہے تھے۔

"یہی کے آپ کو یہاں صرف اور صرف ماما کی خدمات کے لئے رکھا گیا ہے۔ آپ یہاں کوئی ملازم نہیں ہیں۔" طلال کی بات پر وہ ابھی بھی نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں سمجھی نہیں" ہبہ نے اس کی جانب دیکھنے کی بجائے شرمندگی سے سر جھکا لیا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ نا سمجھ ہو اور طلال کی بتائی یا اشارہ دی گئی چھوٹی سی بات بھی اس کی سمجھ دانی میں نہیں آ رہی تھی۔

"آپ مجھے بس ایک بات بتائیں؟" اس نے ہبہ کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اس نے سوالیہ نگاہوں سے طلال کو دیکھا۔

"آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے سب کی ملازمہ بننے کی؟" طلال سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا اور جو وہ پوچھ رہا تھا ہبہ کے پاس اس سوال کا جواب ہوتے ہوئے بھی نہیں تھا۔

"وہ۔۔میں۔۔" ہبہ نے کچھ کہنے کے لئے لب وا کیے۔

"بولیے؟" طلال براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھنے لگا۔

ہبہ کے ذہن میں صابرہ کی کہی گئیں باتیں گونجی۔۔کیا انعم کا رویہ اور حرکتیں طلال کے سامنے پیش کرنا ٹھیک تھا؟اگر اس نے ہبہ کو بھی نوکری سے نکال دیا تو ہبہ اور اس کے گھر والوں کا کیا ہو گا؟وہ کرایہ کیسے ادا کرے گی اور اس کا گھر۔۔؟اس کا گھر کیسے چلے گا؟؟؟

افف۔۔۔اتنی سوچیں،اتنی ذمہ داریاں۔۔اتنی بے بسی۔۔

"سر۔۔وہ میں فارغ تھی تو بنا دیا" اسے اور کچھ نہیں سوجھا تھا۔وہ مجبور تھی۔۔شاید بہت مجبور۔۔

"آئیندہ یہ بہانہ ہر گز مت لگایئے گا۔میں جانتا ہوں آپ نے ایسا کیوں کیا۔میں بس آپ کی honesty test کر رہا تھا اور یقین جانیں مجھے بہت افسوس اور ناامیدی ہوئی ہے یہ جان کر کہ آپ لوگوں سے ڈرتی ہیں!" طلال کی باتوں پر اس کا چہرہ احساسِ توہین سے سرخ ہو گیا۔ کبھی کبھی حالات انسان کو کس قدر مجبور کر دیتے ہیں نہ!

"آئی۔۔ایم۔۔" اس نے سوری کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ طلال کی سخت گھوری نے اس کی رہی سہی ہمت کا بھی جنازہ نکال دیا تھا۔

"مجھ سے اس بات پر سوری کرنے کی غلطی ہر گز مت کیجیے گا مس نایاب۔کچھ موقع زندگی میں صرف ایک ہی بار ملا کرتے ہیں!اور آپ وہ موقع گنوا چکی ہیں۔" طلال نے اسے بغیر کسی تاثر کے دیکھا۔اس کے چہرے سے بلکل بھی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ اس وقت اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

وہ چپ چاپ کھڑی رہی جیسے اس سے قوتِ گویائی چھین لی گئی ہو۔

"میں چاہتا ہوں آئیندہ آپ صرف آپ کو دی گئیں ذمہ داریاں نبھائیں" طلال کی بات پر وہ سر ہلائے جانے کے لئے مڑی۔ شدید قسم کی شرمندگی اور پچھتاوا تھا جو اسے گھیرے ہوئے تھا۔ کیا تھا اگر وہ بول دیتی کہ انعم بخاری نے اس سے زبردستی ناشتہ بنوایا تھا۔ حالانکہ عماد نے ساری بات اسے بتادی تھی لیکن پھر بھی وہ اپنے منہ سے کچھ کہنے کی ہمت چاہنے کے باوجود نہیں کر پائی تھی۔

وہ جانے کے لئے مڑی جب طلال نے اسے پھر روکا۔

"ایک آخری بات" ہبہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"لوگوں سے ڈرنا چھوڑ دیں، آج عماد نے آپ کے لیے آواز اٹھائی، ضروری نہیں کہ ہر بار ہر مصیبت میں آپ کو کوئی آپ کے حق میں بولنے والا ملے، اس لئے اپنے لئے، اپنے حق کے لئے خود آواز بلند کرنا سیکھیں بغیر کسی ڈر کے، نہ لوگوں کا، نہ نوکری کا اور نہ کوئی اور خوف۔۔ اگر ایسے ڈرتی رہیں گی تو اندر ہی اندر گھٹتی رہ جائیں گی۔"

اس نے بس سر ہلایا اور آنکھ کا نم کنارہ صاف کرتی وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔

اس کی نم آنکھیں اور بے بسی طلال سے چھپی نہیں رہی تھیں۔

ہماری زندگیوں میں بھی تو ایسے ہی ہوتا ہے، ہمیں اللہ سے زیادہ لوگوں کا خوف ہوتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے۔۔ جبکہ اس بات کو مکمل فراموش کر دیتے ہیں کہ ہر چیز کا اختیار اس باری تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے۔۔

وہ چاہے عزت ہو، ذلت ہو، رزق ہو، دولت ہو، تنگدستی ہو، خوشحالی ہو۔۔

ہر چیز، ہر اختیار کا مالک اللہ ہے۔۔ جس دن یہ بات ہم دماغ میں اچھی طرح فیڈ کر لیں گے اس دن سے ہمارے دلوں اور دماغوں سے یہ ایک دقیانوسی صدیوں سے چلتا ہوا جملہ: "لوگ کیا کہیں گے" نکل جائے گا اور اتنا سکون زندگی میں آئے گا کہ کیا کہنا!

جس دن ہم لوگوں سے زیادہ اللہ پر بھروسہ کرنے لگیں گے اس دن سے ہمارے کامیابیوں کے دن شروع ہوں گے!

اس دن ہم اندھیری نگری سے نکل کر سویرے کی دنیا میں قدم رکھیں گے۔۔

اس دن ہمارا زندگی گزارنے کا طریقہ بدل جائے گا۔۔

اس دن ہم ذہنی طور پر آزاد ہوں گے۔۔

جسمانی طور پر بے شک ہم آزاد مانے جاتے ہیں پر اصل آزادہ دماغ کی آزادی ہوتی ہے۔۔ وہ دماغ جو سوچوں کی دنیا کا مرکز ہے۔۔ وہ سوچیں جن سے زندگی بدل جاتی ہے۔۔ ہاں سوچ بدلنے سے زندگیاں بدل جاتی ہیں۔۔!

☆☆☆☆☆

سورج غروب ہوا تو شام نے اپنے سایے پھیلانا شروع کر دیے، اندھیرا قطرہ قطرہ پگھل کر روشنی کو مدھم کرتا گیا اور ہر سو ایک جان فضائی سی سرمئی روشنی بکھر گئی۔ یہ منظر بہت ہی دلنشین تھا۔ پر اس سے بھی زیادہ دلنشین اس کے چہرے کی خوشی تھی۔ سرخ گلاب جیسے گال خوشی سے چمک کر مزید لال ہوئے ہوئے تھے، بھوری آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح چمک تھی اور باریک انابی ہونٹوں پر مسکان تھی۔

طلال کی باتیں اور آج ہوئیں سب باتوں کا اثر زائل کرنے لئے اس نے اپنے اماں ابا کے لئے سرپرائز پلان کر لیا تھا۔

وہ ابھی رکشہ سے اتری تھی۔ وہاں سیٹ سے دونوں شاپر احتیاط سے اٹھا کر اب اپنے گھر کی گلی کی جانب قدم بڑھا رہی تھیں۔ وہ ہر گزرتے جانے والے سے سلام کرتی جا رہی تھی۔ دو منٹ چلنے کے بعد اب وہ اپنی منزل کے سامنے کھڑی تھی۔ مگر یہ کیا؟؟

کچھ تو انہونی تھا جس کا اسے خدشہ ہوا تھا۔

اس کے گھر میں مرکزی دروازے کی کنڈی کھلی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر اب پریشانی جھلک رہی تھی۔ ماتھے پر اب الجھن سی شکنیں آچکی تھیں۔ اس نے احتیاط سے دونوں شاپر ایک ہاتھ میں کر کے دائیں ہاتھ سے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا تھا۔

اور وہ دروازہ اپنے آپ کھلتا چلا گیا تھا۔

اس نے لمبا سانس ہوا میں تحلیل کیا تھا۔ بھوری آنکھوں کو زور سے میچا تھا جیسے کوئی انہونا سا خوف ہوا سے.. اور نادان نے سوچا تھا جیسے بند کر کے آنکھیں دوبارہ کھولنے سے وہ خوف کی دھند چھٹ جائے گی اور سب خوبصورت ہو گا مگر وہ نادان تھی۔

اس نے آنکھیں کھولیں اب منظر واضح تھا۔

سامنے طاہر وہیل چیئر کے پاس نیچے گرے ہوئے تھے۔ انہیں سنبھالتی ہوئیں فوزیہ بھی ان کے قدموں کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔

ان دونوں کے سامنے ایک ہٹا کٹا آدمی تھا جس کی پیٹھ ہبہ کی جانب تھی۔ اس آدمی کے دائیں بائیں دو درمیانی عمر کے نوجوان کھڑے تھے۔

ہبہ نے ناسمجھی سے یہ سب دیکھا۔

بے چینی، بے قراری اور پریشانی کی حالت میں اس کے لب وا ہوئے اور لبوں سے "ابا" نکلا۔

نسوانی آواز سن کر وہ تینوں آدمی مڑے تھے۔ان کے تعاقب میں فوزیہ اور طاہر بھی مڑ کر اپنی اکلوتی عزیز جان بیٹی کو دیکھنے لگے۔

ان کے پیچھے مڑنے سے وہ ان تینوں کو پہچان گئی تھی اور آنے کا مقصد بھی غالباً جان چکی تھی۔

"بیٹا اِدھر آجاؤ" طاہر کی کمزور آواز پر وہ نا سمجھی سے سر ہلاتی ان کی جانب قدم بڑھانے ہی لگی تھی جب اس بھاری وجود والے مرکزی کردار نے اس کا راستہ روکا تھا۔

وہ کنفیوز ضرور تھی مگر کمزور نہیں تھی۔اس کے ماں باپ نے اسے مضبوط بنایا تھا۔

کمزور اعصاب کی ایک معمولی سی لڑکی مگر بے خوف۔دلیر۔بہادر۔

وہ قدم وہیں روک کر کھڑی ہو گئی تھی۔اسی مرکزی کردار کے سامنے کھڑی اس کی آنکھوں میں براہِ راست بے خوفی دیکھنے لگی۔

"میرے راستے سے ہٹیں" ہبہ نے مکمل کانفیڈنس سے کہا تھا۔

"مجھے میرا مال دے دو میں راستے سے ہٹ جاؤں گا" اس نے اپنی غلیظ نظریں ہبہ کے چہرے پر ٹکا کر کہا تھا۔

ہبہ کو جتنی زہر اس کی بات لگی تھی اس سے زیادہ ناگوار اس کی یہ آوارہ نظریں لگی تھیں جو خود پر محسوس کر کے وہ اپنا آپ ہی ناپاک محسوس کرنے لگی تھی۔

"کیا چاہیے آپ کو؟" وہ اپنے سر پر چادر ٹھیک کرتے پوچھنے لگی۔ہاتھ میں پکڑے شاپر وہ سائیڈ پر نیچے ہی رکھ چکی تھی۔

"اتنی بھولی شکل سے ہے عقل سے بھی اتنی ہے؟؟"

دلاور سیٹھ کی بے تکی بات کی اسے کچھ سمجھ نہیں آئی تھی۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" ہبہ اسے دیکھتے پوچھنے لگی۔ اس دوران وہ فوزیہ کے سبھی اشارے نظر انداز کر رہی تھی جو وہ اسے اس فضول آدمی سے گفتگو چھوڑ کر اپنے پاس بلانے کا کر رہی تھیں۔

"لڑکی زیادہ بھولی مت بن سیٹھ کے سامنے۔ تین ماہ کا کرایہ رہتا ہے تیرے باپ کے ذمہ اور جب لینے آتے ہیں یہ مہینے کے آخر میں دینے کا کہہ کر ٹال جاتا ہے" ان کی بات پر ہبہ نے شاک سے اپنے ماں باپ کو دیکھا تھا جن سے نظریں ملتے ہی وہ بے بسی سے سر جھکا گئے تھے۔ اسے تو ایسی کسی بات کی خبر بھی نہیں ہونے دی تھی انہوں نے۔

ماں باپ جیسی ہستی انمول ہوتی ہے، وہ اولاد کو کبھی پریشانیوں کا رخ دکھاتے ہی نہیں ہیں اور اکیلے ہی جانیں کتنی ایسی خاموش جنگیں لڑتے ہیں جن کی ہمیں کان و کان خبر نہیں ہونے دیتے ہیں، سارے دکھ، ساری پریشانیاں اپنے حصے لے لیتے ہیں اور بدلے میں ہم سے چاہتے بھی ہیں تو بس اتنا کہ ہم خوش رہیں؟؟ اور کون سا رشتہ ہے دنیا میں جو اتنا انمول، اتنا بے لوث، اتنا محبت کرنے والا ہو؟؟

"کتنی رقم ہے آپ کی؟" ہبہ نے براہ راست اس کی ٹھرکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تھا جو کب سے اس کا چادر سے ڈھکا وجود ایکس رے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"18 ہزار روپے بنتے ہیں تمہاری طرف" دلاور سیٹھ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ہبہ نے اپنا پرس کھولا۔ اس کے پرس میں طلال کا دیا ہوا لفافہ ویسے ہی رکھا ہوا تھا۔ اس نے بسم اللہ پڑھ کے وہ لفافہ کھولا تھا۔ اس میں پانچ پانچ ہزار کے دس نوٹ تھے۔ اس میں سے اس نے مطلوبہ رقم نکالی اور سیٹھ کے ہاتھ میں اس طرح سے نوٹ پکڑائے کہ اس کا ہاتھ اس غلیظ انسان کے ساتھ ذرا سا بھی ٹکرائے۔

پیسوں کی کڑک چمک سے دلاور سیٹھ کی آنکھوں میں اور زیادہ چمک آئی۔ اس نے پیسے پکڑے اور وہیں کھڑا رہا۔

"آپ کا "مال" آپ کو مل گیا ہے، اب آپ یہاں سے جاسکتے ہیں" ہبہ کے چہرے پر نہ تو غصہ تھا اور نہ ہی اس کے تاثرات کسی قسم کی بد تمیزی ظاہر کر رہے تھے۔ مگر جو چیز دلاور سیٹھ کو چبھی تھی، وہ اس کا لہجہ تھا اور اس لہجے کی گرمی تھی جس کی تپش اسے بہت گہرائی سے محسوس ہوئی تھی۔

"چلتا ہوں میں اب پھر آؤں گا تم سے ملنے" وہ اپنی ہوس بھری ایک آنکھ دبا کر ہبہ کو پھر سر سے پیر تک دیکھتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے پیچھے اس کے دونوں ماتحت بھی جا چکے تھے۔ اس کے جاتے ہی ہبہ نے فوراً آگے بڑھ کر دروازہ اچھے سے بند کیا تھا، جیسے ڈر ہو وہ غلاظت سے بھرا مٹی کا ڈھیر دوبارہ اس کے گھر میں آکر ناپاکی نہ پھیلا دے۔

اب اس کی نظر اپنے بے بس ماں باپ پر پڑی تھی، دونوں کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ بہادر تو وہ خود بھی اتنی نہیں تھی، مگر اسے ان کے لیے مضبوط بننا تھا۔ اسے اپنی کمزوریوں، اپنے جذبات اور اپنی حساسیات کہیں پس پشت ڈال کر مسکرا کر، بہادری سے انہیں سنبھالنا تھا۔

☆☆☆☆☆

جاری ہے۔

ZOHA ASIF